اَلْقُرْاٰنُ الْحَکِیْمُ

تفسیر

فیض المنان

بزبان گوجری

ترجمہ معانی القرآن:- حضرت مولانا عابد حسین صاحب رحمانی
نظر ثانی بر ترجمہ وتفسیر:- مفتی فیض الوحید

اسان، عام فہم تے سلیس گوجری بولی ماں اکابر علماء امت غی مستند تفسیراں غو نچوڑ
محقق علماء اہلِ سنت والجماعت غاں معتبر ترجماں غو عرق

ناشر

ادارہ مرکز المعارف بٹھنڈی جموں

(جموں وکشمیر)

تقدمہ

ترجمہ اور اس کی کٹھنائیاں :-

دنیا کی کسی بھی زبان کی کتاب کو دوسری زبان میں منتقل کرنا، کسی مضمون کا دوسری زبان میں ترجمہ کرنا کتنا مشکل، دُشوار اور تھکا دینے والا کام ہے اس سے وہی لوگ واقف ہوں گے جن کو اس راہ کے کانٹوں، سنگریزوں، چھالوں اور آبلوں سے کبھی سابقہ پڑا ہو۔ ساحل پر کھڑا گرداب میں تہہ و بالا ہونے والے کی کسک، درد اور دکھ کو کتنا ہی محسوس کرنے کی کوشش کرے یقیناً اپنے حاشیہ ذہن کی گرفت میں نہیں لاسکتا اور اگر ترجمہ دنیا کی قدیم ترین، ام الالسنہ، کثیر المحاورہ، وسیع التعبیرات اس عربی زبان سے کرنا ہو جس کا انتخاب نبوت ووحی کے حقائق ومعارف اور اسرار بیان کرنے کیلئے ہوا ہو، جس کو آخری پیغامِ ربانی وکتاب الٰہی کیلئے چُنا گیا ہو، جس کو رحمتِ عالم ﷺ کے جوامع الکلم بیان کرنے کیلئے منتخب کیا گیا ہو، اور عربی سے ترجمہ بھی جب اک ایسی زبان میں ہو رہا ہو جس کو ابھی گھٹنوں چلنا بھی نہ آتا ہو، جس کے خزینۂ ادب میں کچھ منظوم کلام کے سوا نثر کی کوئی اپنی مستقل کتاب نہ ہو، جس کے اصول وقواعد گرامر کا کوئی ڈھانچہ ابھی نوک قلم پر آیا ہی نہ ہو پھر تو بس ''کریلا اور نیم چڑھا'' والی بات ہے۔

اور یہ بات تو ان کتابوں کے ترجمہ کی ہے جو عام انسانی دماغوں نے تصنیف کی ہیں، جن کے الفاظ، تعبیرات اسلوب بیان کے تمام سانچے انسانی ذہنوں کی تراش ہیں؛ تو جب معاملہ اس کتاب کے ترجمہ وتفسیر کا ہو جس کی ابتدا ہی ﴿ذٰلِکَ الْکِتَابُ﴾ سے ہے کہ کتاب تو بس یہی ایک کتاب ہے؛ جس نے پہلے دن ہی سے تمام بنی نوعِ انسانیت کو للکارا ہو کہ میں براہِ راست ربِ ذوالجلال کا کلام ہوں، انسانی دماغ میرا ایک جملہ بنانے سے بھی عاجز وقاصر ہے، جس طرح انسان خدائی کائنات کے مقابل کوئی کائنات نہیں بنا سکتا، خدائی زمین وآسمان، چاند وسورج کے مقابلہ میں کوئی ارض وسماء کوئی شمس وقمر نہیں بنا سکتا، اسی طرح انسان کیلئے ناممکن ہے کہ وہ میری سورتوں جیسی ایک سورت بنا کر دکھا دے۔

پھر یہ چیلنج، یہ تحدی، یہ للکار بھی کچھ تعبیرات واسالیب رٹ کر تصنیف وتالیف کرنے والوں یا چند شعراء کا کلام محفوظ کر کے ایک نئی نظم لکھنے والوں سے نہیں تھا بلکہ جزیرۃ العرب کی عربی النسل اس قوم سے تھا جن کو قدرت نے خزانہ غیب سے انشاء وکلام، تکلم وبیان کی وہ صلاحیت دی تھی جس پر فخر نے انھیں خود کو عرب (صاحب کلام) اور دوسروں کو عجم (گونگے) کہنے پر مجبور کر دیا تھا، جس کا بچہ بچہ فطری شاعر وانشاء پرواز، جن کے غلام وباندی بھی فصاحت وبلاغت کی گتھیاں سلجھانے کے مشاق وماہر، جن کے یہاں عروج وکمال حاصل کرنے کا ایک ہی ذریعہ کہ انوکھی والیلی قسم کی شاعری کی کچھ سطریں لکھ کر دیوارِ کعبہ پر لٹکا دی جائیں اور ساری دنیا کو اس کے مقابلہ کیلئے للکارا جائے۔

جی ہاں!! انھیں ارباب فصاحت وبلاغت اور قادر الکلامی کے دعویداروں کو قرآن نے للکارا، او مجھے انسانی کلام، انسانی تصنیف کہنے والو! میں خدائے ذوالجلال کا کلام ہوں، جو مجھے انسانی وبشری کلام کہے اگر وہ سچا ہے تو مقابلہ میں آئے۔

﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰیہُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِثْلِہٖ مُفْتَرَیٰتٍ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ﴾ (ھود ۱۳/)

سبحان اللہ! اپنی شاعری اپنے انشاء پر اکڑنے، اترانے، تکبر کرنے والوں کو یہ کتنا بڑا چیلنج تھا اور ہے۔ کتنوں کے اونچے اونچے عمامے اس سے ہل گئے، کتنوں کے دماغوں نے ہچکولے اور جنبشیں کھائیں، سینوں میں ہلچل مچی کہ ہمیں للکارا جا رہا ہے؟ سر جوڑ کر بیٹھے، کئی کئی مشاورتیں ہوئیں مگر حاصل کچھ نہ ہونا تھا، نہ ہوا؛ شائد کوئی کہتا کہ اول وہلے میں ہی دس کی یہ تعداد بہت زیادہ ہے تو دوسرا چیلنج آ گیا۔ کہ لو ایک ہی سورۃ بنا کر لے آؤ!

﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰیہُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِثْلِہٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ﴾ (یونس/ ۳۸)

پھر اس سے بھی گھٹا کر فرمایا اچھا اس جیسا ایک فقرہ، ایک جملہ ایک بات ہی بنا کر دکھا دو۔ فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِہٖ اِنْ کَانُوْا صَادِقِیْنَ (سورہ طور/ ۳۴)

اس وقت کے مشرکین فصحاء مکہ کیا جواب دیتے سوا چودہ سو سال بیت گئے ہر روز لاکھوں کروڑوں بار یہ چیلنج دھرایا جاتا ہے، اُدھر قرآن کریم کی حقانیت کے منکروں تاریکی کے پرستاروں سے بھی دنیا بھری پڑی ہے مگر کوئی مائی کا لال میدان میں آنے کی ہمت نہیں کرتا۔ اور کرے بھی کیسے جبکہ قرآن خود پیشن گوئی فرما رہا ہے۔

﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِہٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْرًا﴾ (بنی اسرائیل/ ۸۸)

پھر ایسے کلام ربانی کا کوئی ابنِ آدم اپنے الفاظ میں اسی جیسا ترجمہ کرنے کا سوچ سکے غیر ممکن ہے۔

علاقائی زبانوں میں تراجم: – مگر یہ بھی قرآن ہی کا اعجاز ہے کہ مافوق الادراک اتنا بلند مقام ہونے کے باوجود انسان جب صدق دل سے بیٹھ جائے تو توفیقِ ایزدی اس کو معانی قرآن کو اپنے الفاظ میں بیان کرنے کی ہمت عطا کر دیتی ہے۔ کیوں! اس لئے کہ قرآن اللہ کا ابدی پیغام ہے، یہ سارے جہان کیلئے رشد و ہدایت کا مینارۂ نور ہے۔ یہ زمان و مکان کی قیود میں محدود نہیں رہ سکتا اس کی تعلیمات، احکامات، ہدایات دائمی اور ناقابلِ تبدل و تغیر ہیں ہر دور میں دنیا کے چپہ چپہ میں بسنے والے ہر انسان کیلئے پیغام حیات و ذریعہ نجات ہیں۔ نیز قرآن جس طرح ایک عربی کیلئے کتابِ ہدایت ہے جو اس کی زبان سے مادری نسبت رکھتا ہے اسی طرح دنیا کے گوشہ گوشہ میں رہنے والے مختلف اللسان ہر طالب خیر و سعادت کیلئے بھی نامہء ہدایت ہے۔ اور ربِ ذوالجلال نے سب ہی کو مخاطب کر کے فرمایا ہے ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ﴾ چنانچہ داعیان دعوت حق ہر دور میں غیر عربوں کو ان کی علاقائی زبان میں قرآن کا پیغام رشد سنا کر اس کا جیتا جاگتا ثبوت پیش کرتے رہے ہیں۔ علامہ سرخسیؒ کی تحقیق کے مطابق سب سے پہلے سیدنا سلمان فارسیؓ نے اہلِ فارس کے شدید اصرار پر کچھ سورتوں کا مفہوم ان کو فارسی میں لکھ کر دیا تھا (المبسوط) بارہویں صدی کے مجدد، یگانہء روزگار، امام الہند حضرت شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی نے اپنے زمانہ میں اس وقت کی عام فہم اور سرکاری زبان فارسی میں بڑے درد کے ساتھ یہ کہتے ہوئے ترجمہ فرمایا، ''آج پڑھے لکھے لوگوں کی محفلوں کی رونق مثنوی، گلستان، منطق الطیر، قصص فارابی وغیرہ جیسی کتابیں بنی ہوئی ہیں۔ کیا اچھا ہو کہ یہ محفلیں قرآنی آیات و احکامات سے منور ہوں۔ اور اس ترجمہ کی مدد سے لوگ قرآن کے معنٰی و مفہوم سمجھنے کی کوشش کریں (مقدمہ ترجمہ فارسی) حضرت شاہ ولی اللہؒ کے بعد بدلتے ہوئے احوال و ظروف میں ان کے فرزندانِ ارجمندان نے قرآن کریم کے معنی کا ترجمہ اردو میں فرمایا حالانکہ اس وقت تک اردو کی حالت آج کی گوجری سے کچھ زیادہ ترقی یافتہ نہیں تھی، عام پڑھنے لکھنے کی زبان فارسی ہی تھی اور اردو وہی لوگ پڑھتے لکھتے تھے جو فارسی بخوبی جانتے تھے۔ مگر شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ رفیع الدینؒ محسوس کرتے تھے کہ عام آدمی مادری زبان میں جس طرح بات کو فوراً فہم کی گرفت میں لے آتا ہے اس طرح دوسری زبان میں نہیں ہوسکتا۔ اسی فکر پر پھر عام علاقائی زبانوں میں تراجم ہوئے ہمارے یہاں کشمیری زبان کو بھی وہی لوگ پڑھ لکھ سکتے ہیں جو کچھ نہ کچھ اردو جانتے ہوں مگر مولانا محمد یوسف شاہ صاحبؒ نے اس کی ضرورت محسوس کی اور کشمیری زبان میں معانی قرآن کا ترجمہ فرمایا۔

گوجری زبان میں ترجمہ: – گوجری زبان کثیر العلاقائی، کثیر الافرادی اور کافی پرانی ہونے کے باوجود کسی طبع شدہ ترجمہء کلام الٰہی سے تو تا حال محروم تھی؛ لیکن کوشش اس میں بھی ترجمہ کی بہت بار ہوئی؛ استاذ الاساتذہ حضرت مولانا مفتی عبدالغنی ازہری قاسمی شاشی (چیچی) دامت برکاتہم کے بقول ان کے دادا محترم مولانا عبدالحلیمؒ ہزاروی نے بھی گوجری کو قرآن کریم کی ترجمانی سے مشرف فرمایا تھا، جو قلمی نسخہ عرصہ تک ان کے خاندان کے پاس ایک ورثہ علمی تھا مگر مرور ایام میں حادثات کی نذر ہوگیا، پھر مایہ ناز فاضل گوجری کے مشہور شاعر حضرت مولانا محمد اسماعیل ذبیحؒ راجوروی نے بھی اپنے وقت میں ایک کوشش فرمائی لیکن کچھ سورتوں کا ہی ترجمہ کر پائے تھے کہ زندگی نے وفا نہیں کی پھر وہ قلمی نسخہ بھی کہیں طاق نسیان کی زینت ہو کر نایاب ہوگیا۔

اس ترجمہ و تفسیر کے متعلق کچھ حقائق کچھ واقعات: – یہ ترجمہ جیسا کہ آپ پیچھے پڑھ آئے میرے گرامی قدر مشفق استاذ حضرت مولانا عابد حسین رحمانی کوٹلی قاسمی کا ہے جو آج سے ۱۲/۱۳ سال پہلے تیار ہوگیا تھا۔ اس کی رودادِ سفر بھی حضرت نے تحریر فرمادی ہے۔ حضرت چونکہ اس کی طباعت کیلئے اپنے کوائف کو دیکھتے ہوئے بہت پر امید نہیں تھے۔ اس لئے تکمیل کے بعد کبھی نظر ثانی کی طرف بھی توجہ نہیں فرمائی تھی۔

مئی ۱۹۹۷ء کو اللہ نے اپنی حکمت سے پسِ دیوارِ زنداں – جس کو میں جامعہ یوسفیہؒ سے تعبیر کرتا ہوں۔ فرصت کے کچھ لمحات میسر فرمادئے؛ گوجری میں ترجمہ کیلئے کچھ احباب پہلے ہی اصرار فرمارہے تھے۔ وہاں اس میں اور ہی اضافہ ہوگیا؛ پھر میرے ذہن میں پروردگار نے ہی یہ بات ڈالی کہ میں از سرِ نو محنت کرنے کے بجائے وہی نسخہ منگوا کر اسی پر نظرِ ثانی کروں، چنانچہ کافی کھٹنائیوں، دشواریوں کے بعد وہ مسودہ حاصل ہوا تو میں نے اپنی بساط کے مطابق خوب تعمق سے از اول تا آخر دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت مولانا نے پرانے اکابر شاہ عبدالقادرؒ و شاہ رفیع الدینؒ کے طرز پر تحت اللفظ ترجمہ فرمایا ہے جس کا اپنا ہی ایک مقام ہے مگر میں نے جب حضرت مولانا سے بذریعہ خط اپنی رائے کا اظہار کیا کہ تحت اللفظ کے بجائے عام قاری کے افہام و تفہیم کے لئے سلیس ترجمہ شائد زیادہ مناسب ہو تو انھوں نے میری رائے سے اتفاق ہی نہیں فرمایا بلکہ حکم فرمایا کہ اس کو سلیس کر دو تب میں نے ان کے حکم سے اس ترجمہ کو سامنے رکھ کر الفاظ کے ذرا تقدم و تاخر سے

سلیس، رواں کرنے کی کوشش کی جو آپ کے سامنے ہے اس میں مجھے کتنی کامیابی ہوئی، عربی کے مقابلہ میں اسی قد کے الفاظ لانے میں کس حد تک کامران رہا یہ فیصلہ قارئین کی رائے پر ہے؛ اور مجھے اصحابِ علم کی نیک رائے، فروگذاشت پر اطلاع واصلاح کا شدت سے انتظار بھی ہے۔

جن امور کی ترجمہ میں رعایت رکھی گئی ہے:- یہ ترجمہ کسی زبان کے ترجمہ کو سامنے رکھکر اس کا ترجمہ نہیں ہے کہ ترجمہ در ترجمہ کی تعقید کا شکار ہوجائے بلکہ براہ راست ترجمہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاہم ترجمہ کے وقت اردو کے تمام متداول تراجم کے علاوہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کا فارسی ترجمہ بھی سامنے رہا ہے؛ بوقت ضرورت انگریزی وکشمیری تراجم سے بھی ماہر اللسان احباب کے ذریعہ استفادہ کیا گیا ہے، ترجمہ وتفسیر کے تعلق سے جہاں قرون اولیٰ ہی سے کئی روایات چلی آرہی ہیں، وہاں متفق علیہ ومشہور روایت لینے کی کوشش کی گئی ہے، اور جہاں روایات تفسیر یا زبان کے اعتبار سے لازماً دو یا زاید ترجمے ہوتے تھے وہاں ایک ترجمہ تو متن میں لکھدیا ہے؛ اور دوسرا ( ) کی علامت بنا کر حاشیہ پر لکھدیا ہے۔ مجموعی طور پر شاہ ولی اللہؒ اور ان کے خاندان کے تراجم کا تتبع کیا گیا ہے، چونکہ ان تراجم کے ثقہ ہونے پر اہل سنت والجماعت کے تمام مکاتبہائے فکر کا اتفاق ہے اس لئے اہم مقامات پر جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں حضرت مولانا شاہ ولی اللہؒ کا فارسی ترجمہ حاشیہ پر لکھ بھی دیا ہے

گوجری میں تفسیر:- جیسا کہ اوپر بیان ہوا گوجری میں ترجمہ کی تو کئی کوششیں ماضی میں بھی ہوئی ہیں تاہم تفسیر کی کسی کوشش کا سراغ راقم کو نہیں لگا؛ راقم جب ترجمہ معانی القرآن سے فارغ ہوا تو ذہن اس طرف گیا کہ یہ پہلا ترجمہ ہے جب تک اس کی تفسیر نہ ہو تو کما حقہ تفہیم کا مقصد حاصل نہ ہوگا۔ ادھر فرصت کے لمحات بھی موجود تھے، تو سلفِ صالحین اکابر امت کی تفاسیر کو بغور مطالعہ کرکے انھیں تفاسیر کے نچوڑ وعرق کو گوجری کے اس مختصر حاشیہ کی شکل دیدی گئی ہے کسی مقام کی بھی تفسیر وتشریح اپنی جانب سے نہیں کی گئی بلکہ ہر جگہ اکابر امت کی متفق علیہ تفاسیر کو نقل کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے، جیسا کہ جگہ جگہ کے حوالہ جات سے اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے؛ اس طرح بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ کوئی تازہ تفسیر وحاشیہ نہیں بلکہ اکابر اہل سنت والجماعت کی تفاسیر کا نچوڑ ہے۔

تفسیری اشاریئے:- تفسیر میں جستہ جستہ مقامات کی تفسیر یا اہم مقام کی تشریح یا مخصوص الفاظ کی وضاحت کے بجائے انداز یہ اپنایا گیا ہے کہ ایک مضمون کی چند آیات مبارکہ یا ایک آیت کریمہ کے ختم پر حاشیہ کی علامت ( ) لگا کر وہاں تک کے تمام مضامین کا خلاصہ یا نچوڑ اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کا دعوتی پہلو نکھر کر جیتی جاگتی زندہ شکل میں سامنے آجائے کہ پڑھنے والا اس سے ایک پیغام، ایک دعوت، ایک فکر لیکر اُٹھے۔ لہذا کسی مقام پر حاشیہ کہ علامت ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اسی لفظ کی تفسیر کی جارہی ہے بلکہ مطلب یہ ہوگا کہ اس سے پہلے جہاں حاشیہ کی علامت تھی وہاں سے یہاں تک کے تمام مضامین کا نچوڑ اس حاشیہ میں بیان کیا جارہا ہے

پہلا حاشیہ جو ہر اک سورۃ پاک کے شروع میں دیا گیا ہے اس میں اس سورہ پاک کے جملہ مضامین کا تعارف اور ایک جھلک پیش کی گئی ہے۔ قرآن کریم کے بیان کردہ قصص میں اختصار ملحوظ رکھا ہے اور جب کسی قصہ کی ایک جگہ کسی قدر تشریح وتفسیر آگئی تو دوسری جگہ از سرِ نو تفسیر کے بجائے اُسی کا حوالہ دیدیا گیا ہے۔ آیات احکام میں یا تو جمہورِ امت کا موقف پیش کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے یا تمام مشہور فقہاء کرام کا موقف اس انداز سے بیان کردیا گیا ہے کہ قاری کو یہ یقین ہوجائے کہ یہ اختلاف فطری ہے کسی کی مخالفت یا جھگڑے کا نہیں ہے اور نہ ہی یہ تفسیر کسی مخصوص موقف کی ترجمان ہے۔

روایات احادیث میں سے جہاں کسی روایت کا مکمل ترجمہ نقل کیا ہے وہاں کتب اَحادیث کا حوالہ دیدیا گیا ہے۔ اور جہاں روایت کا نچوڑ وخلاصہ اپنے الفاظ میں لکھا ہے وہاں ''ملخصًا'' عن فلاں، کذا فی البخاری وغیرہ الفاظ سے روایت بالمعنٰی کی طرف اشارہ کردیا گیا ہے۔

گوجری زبان اور اس کا رسم الخط:- گوجری زبان اگرچہ کثیر العلاقائی، کثیر الافرادی، کثیر القبائلی زبان ہے بنابریں اس کی لغت، طرز اداء اور لب ولہجہ میں اختلاف ہونا دیگر زبانوں کیطرح ایک فطری بات ہے مگر یہ گوجری کی ایک اپنی انفرادیت ہے کہ اس میں اختلاف بہت کم ہوا ہے ۔کم ہی الفاظ ایسے ہیں جو ایک علاقہ میں تو مستعمل ہوں مگر دوسرے میں غیر مانوس وغیر مفہوم ہوں۔ ایسے تمام مواقع پر یہ کوشش کی گئی ہے کہ کوئی ایسا لفظ لکھا جائے جو کم از کم ہر علاقہ میں سمجھا جاسکتا ہو۔ اور جہاں یہ ممکن نہیں ہوا وہاں اکثریت کی زبان کو ترجیح دی گئی ہے اور ایسے الفاظ کے معانی کی وضاحت کردی گئی ہے۔ جہاں تک گوجری رسم الخط کی بات ہے تو وہ اردو کے حروف تہجی میں بخوبی لکھی جاسکتی ہے اور لکھی جارہی ہے۔ تاہم اس کا رسم الخط من کل الوجوہ ابھی تک کوئی حتمی شکل نہیں اختیار کرسکا ہے۔ راقم سے پہلے اس موضوع پر جو کچھ لکھا گیا ہے تقریبًا تمام ہی کا بغور مطالعہ کرکے یہ فیصلہ کیا کہ اس کے تلفظ اور طرزِ اداء کی زیادہ سے زیادہ رعایت

کی جائے اور وہ الفاظ جو اردو اور گوجری دونوں میں یکساں مستعمل ہیں مگر گوجری میں اُن کا تلفظ بالکل بدلا ہوا ہے ان کو گوجری تلفظ وصوت کے مطابق ہی لکھا گیا ہے۔اور جہاں التباس کا خطرہ محسوس ہوا وہاں ے۔ ے سے وضاحت کردی گئی ہے۔مثلاً گھڑی کو گھڑی لیکن گھڑی بمعنی کونسی کو کہڑی لکھا ہے۔مندرجہ ذیل نقشہ سے یہ بات مزید واضح ہوجائے گی۔

اردو	گوجری	اردو	گوجری	اردو	گوجری	اردو	گوجری	اردو	گوجری
بھرنا	پَہرنوں	جھٹکا	چَھٹکو	دھرتی	تَہرتی	ڈھکّن	ٹَہکّن	گھر	گَہر
بھوکھ	پَہکھ	جُھوٹ	چُھوٹھ	دَھکّا	تَہکّو	ڈھول	ٹَہول	گھوڑا	گُہوڑو
بھیڑ	پَہیڑ	جھولی	چَھولّی	دھوکہ	تَہوکھو	ڈھیل	ٹَہلّ	گھی	گہی

حرف اضافت جو اردو میں -کا-کے-کی- ہے مثلاً خدا کا کلام، خدا کی بات، خدا کے بندے وغیرہ۔اس کو گوجری میں کیسے لکھا جائے؟ اس بارے میں میرا ذہن بہت متردد رہا ہے چونکہ جموں کے اکثر علاقہ جات اور وادی کے بعض علاقوں میں تو اس کو ''غ'' کا قریب المخرج سمجھا جاتا ہے اور غ سے قریب ہی اس کو ادا کیا جاتا ہے مگر دوسرے بعض علاقوں میں یہ حرف ''گ'' سے قریب کر کے ادا کیا جاتا ہے جب کہ بعض جگہ اردو کی طرح ہی ادا کیا جاتا ہے۔ ہر طبقہ کا خیال تھا کہ انھیں کے طرز کو ترجیح دی جائے۔ میں نے یہ لفظ اکثریت کا خیال کرتے ہوئے غ سے لکھا ہے تاہم ''غ'' پر علامت ؔ بنادی ہے تاکہ یہ احساس ہوجائے کہ یہ مکمل غ نہیں بلکہ ''غ'' کی معکوس آواز ہے۔مگر یہ علامت لگانے کا ذہن آخر میں بنا اس لئے سردست یہ علامت صرف پارہ الٓمٓ کے ترجمے میں ہی لگائی جاسکی ہے یہی معاملہ علامت مستقبل کا ہے مثلاً آئگا، جائگا، کھائیگا وغیرہ۔

اس میں دوسرے علاقہ والوں کو گرانی نہیں ہونی چاہئے آخر دوسرے بہت سے مواقع پر ان علاقوں کو بھی تو ترجیح دی گئی ہے۔مثلاً غ زیادہ بولنے والے علاقوں میں چھ کی آواز کو کئی مقامات پر ''ش'' سے ادا کیا جاتا ہے۔مثلاً کرشوڑے غو، کھاشوڑے غو اس کو دوسرے علاقہ جات کی رعایت کرتے ہوئے کرچھوڑے غو، کھا چھوڑے غو، وغیرہ لکھا ہے۔اس طرح سب کی کچھ نہ کچھ رعایت ہوگئی ہے۔

نیز:-ل اور ن، کی آواز جہاں معکوس ہوگئی ہے، وہاں ان پر علامت '' ٗ '' بنادی گئی ہے جیسے مالؔ، گالؔ، نالؔ یا آنؔوں، جانؔوں، کھانؔوں وغیرہ، ایسے ہی جس اسم کے آخر میں واحد کی شکل میں ہ، آتا ہے مثلاً فرشتہ گوجری میں اس کا واحد ''و'' یا ''ہ'' کے ساتھ اور جمع الف کے ساتھ لکھا ہے تاکہ التباس نہ ہو۔جیسے فرشتو، فرشتہ، فرشتا۔مثلاً اک فرشتو آیو کئیں فرشتا آیا اک فرشتہ نے کہیو۔ نیز:-نہیں ہے کو نیہنہ، کہتے ہیں کو کیہنہ، رہتے ہیں کو ریہنہ لکھا ہے۔خیر!! یہ ایک ابتدائی درجہ کی محنت اور کوشش ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے خاص اپنے فضل سے محض اپنی رضا کیلئے توفیق عطا فرمائی ہے، جس میں نہ تو ترجمہ وتفسیر کا حق ادا کرتے ہوئے کمال عروج پر پہونچا دینے کا دعوٰی کیا جارہا ہے اور نہ ہی زبان وبیان میں کسی بلند مقام کا زعم فاسد کیا جارہا ہے بلکہ بس یہ امید وآرزو ہے کہ شائد اس سے کسی بندہ خدا طالب حق کو کلام الٰہی کے سمجھنے میں مدد مل جائے اور اپنی نجات کا ذریعہ بن جائے، یا آئندہ کسی صاحبِ عزیمت کی تحقیق کیلئے راستہ ہموار ہوجائے۔اللہ نے اس کے لئے حالات بھی عجیب بنائے پہلے ساڑھے تین چار سال تنہائی میں یکسوئی سے محنت کرنے کا موقع عطا فرمایا اور جوں ہی ترجمہ وتفسیر سے فراغت ہوئی تو صرف ایک ہفتہ بعد ایسی کھلی فضاء عطا فرمادی جس میں نظرِ ثانی کے موقع پر علوم دینیہ تفسیر وحدیث کے ماہر علماء کرام اور زبان کی فصاحت وبلاغت انشاء وادب کے ماہر اداباء سے خوب مشاورت وتبادلہ خیال کے حالات بن گئے حضرت الاستاذ مولانا غلام نبی قاسمی استاذ تفسیر وحدیث دارالعلوم دیوبند جیسے ماہرِ فن، مولانا مفتی عبداللہ صاحب مفتی دارالافتاء دارالعلوم دیوبند جیسے کہنہ مشق اساتذہ سے طویل مشورہ کرنے کا موقع ملا ان اکابر کے علاوہ ایک دوبار اس پر غور کرنے کیلئے علماء کرام کی مجلس بھی بلائی جس میں حضرت مولانا نور حسین صدرِ مدرس جامعہ قاسم العلوم سہڑی خواجہ پونچھ، حضرت مولانا حافظ شمس الدین نعمانی خطیب جامع مسجد کلائی پونچھ، مولانا محمد صادق واصلؔ قاسمی صاحب چنڈک پونچھ، حضرت مولانا شمس الدین خطیب جامع مسجد اندر کوٹ راجوری حضرت مولانا عابد حسین رحمانؔی، بطور خاص تشریف فرما ہوئے۔ نیز استاذی مولانا مفتی منیر حسین صاحب اور وادی سے برادرِ گرامی قدر مولانا یونس چوہان صاحب اور دوسرے بہت سے حضرات سے انفراداً استفادہ وتبادلہ خیال کرنے کا بھی موقع ملا سبھی حضرات سے ملکر یہی کوشش کی گئی کہ زبان زیادہ سے زیادہ سہل، عام فہم شستہ اور رواں ہو اور ترجمہ وتفسیر سلف صالحین کے طریق سے ہٹ نہ جائیں بس اب اللہ ہی کی بارگاہِ صمدیت میں دست بدعا ہوں کہ اس کو خاص اپنی رضا کیلئے قبول فرمائے اور لغزشات وسوئے ادبی کو معاف فرما کر اس کو میری، میرے اساتذہ، والدین، عزیز واقارب، دوست، احباب اور اس کام میں مدد کرنے والوں میں سے ہر ایک کی بخشش ومغفرت کا ذریعہ بنائے، اور اس کوشش کو اپنی کتاب کے سمجھنے کا ذریعہ بنادے! امین یارب العلمین۔

اظہار تشکر

یہ ایک حقیقت ہے اور حقیقت کا اعتراف ہونا ہی چاہئے !! کہ یہ کام میرا اکیلے کا نہیں ہے بلکہ اس میں میرے احباب کی ایک بھاری جماعت شریکِ کار رہی ہے، یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ اصل محنت تو انھیں حضرات نے کی ہے دوران ترجمہ وتفسیر دوستوں کی ایک مستقل جماعت تفسیری روایات وحوالہ جات کی تلاش میں رہی تو ایک جماعت کا کام گوجری الفاظ کی چھان پھٹک اور مناسب الفاظ کی تلاش رہا؛ کچھ احباب نے محض لوجہ اللہ کاغذ قلم کا انتظام اپنے ذمہ رکھا تو کچھ نے کتابت کیلئے کمپیوٹر فراہم کرنے میں اپنی خوش نصیبی سمجھی؛ پھر کمپیوٹرائز کتابت میں جن حضرات نے تعاون فرمایا ان کی فہرست تو ہے ہی بہت طویل، اور کچھ اب طباعت کیلئے قدمے، در ہمے، سخنے پیش پیش ہیں۔ اگر ان تمام معاونین کی فہرست دوں تو طوالت کا ڈر ہے پھر اگر کسی صاحب کا نام غلطی سے رہ جائگا تو ان کی دل شکنی سے بھی ڈرتا ہوں؛ لیکن اگر کچھ ذکر ہی نہ کروں تو یہ بے مروتی اور ناسپاسی میں شمار ہو جائے؛ اس لئے میں ان تمام ہی احباب کیلئے رحمتِ عالم ﷺ کے ارشاد گرامی کے مطابق بس یہی کہتا ہوں کہ خدایا!! میرے بس میں تو نہ تھا نہ ہے کہ ان کو کسی قسم کا کچھ بھی صلہ دے سکوں میں تیری ہی جناب میں دست بدعا ہوں تو اس کام میں تعاون کرنے والے ہر شخص کو اپنے خزانۂ غیب سے اپنی شایانِ شان ایسی جزاء اور ایسا صلہ عطا فرما جو ان کے وہم وگمان سے بھی بلند وبالا ہو۔ امین یارب العلمین۔

اعتذار

اپنی حد تک یہی کوشش کی گئی ہے کہ کتابت میں کم سے کم غلطیاں آئیں لیکن کتابت شدہ نسخہ پر تصحیح اغلاط کا کام ہے بہت مشکل، اوپر سے اس مرحلہ پر میں بالکل تنہا رہ گیا تھا کتابت میں تصحیح اغلاط میں کوئی میرا معاون نہیں بن سکا، پھر آزاد فضاء میں سانس لیتے ہی ادارہ کی گوناگوں مصروفیات کے ہجوم نے کبھی فراغت کا سانس نہیں لینے دیا؛ نظر ثانی کا جتنا بھی کام ہوا افراتفری کے عالم میں ہوا، بایں ہمہ بھرپور کوشش رہی کہ کتابت کے تسامحات درست کر دئے جائیں؛ تاہم اس تمام محنت کے باوجود بھی اب جبکہ ترجمہ وتفسیر کا طباعت کے لئے عکس لیا جا رہا ہے محسوس یہ ہو رہا ہے کہ غلطیاں ہنوز باقی ہیں اس لئے اہل ذوق اصحاب علم سے درخواست ہے کہ کتابت کے تسامحات کو درگذر فرما کر نفس مضمون پر توجہ فرمائیں اور راقم آثم کو اغلاط سے مطلع فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشن کو ان اغلاط سے پاک کیا جا سکے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اپنے رب کا عاجز بندہ

فیض الوحید

یکے از خادمان ادارہ مرکز المعارف بٹھنڈی جموں

رموز اوقاف قرآن مجید

کسے وی بولی غا بولن آلا جد آ پس ماں گل بات کریں ویہہ گل کرتاں کِدے ٹھہر جیں تے کِدے نیہنہ ٹھہرتا؛ تے اس ٹھہرن یا نہ ٹھہرن غو گل سمجھن ماں مچ اثر وہے قرآن مجید غی عبارت وی کیونجے انسانی بولی غا انداز ور نازل ہوئی ہے اس گلوں علم آلاں نے قرآن پاک ماں کت کھلنوں یا کت نہ کھلنوں چاہیئے اس غی کجھ نشانیں مقرر کر چھوڑی ہیں؛ انھاں ناں ہی رموز اوقاف قرآن کہیو جیئے، تلاوت کرن آلا ناں انھاں غو خیال رکھنوں مچ ہی ضروری ہے۔

o جت گل پوری ہو جیئے اُت یوہ نکو جوُ دائرو بنا یو جیئے یاہ اصل ماں گول ۃ ہے یاہ وقف تام غی نشانی ہے اس ور رُکنوں چاہیئے ہن ۃ تے نیہنہ لکھی جاتی یوہ نکو جیہو دائرو بنا چھوڑیں اسے ناں آیت کیہنہ۔

م یاہ وقف لازم غی نشانی ہے اس ور ضرور ٹھہرنوں چاہیئے! جیکدے کوئے نہ ٹھہرے تاں مطلب کجھ تیں کجھ ہو جانْ غو خطرو ہو جیئے؛ اس غی مثال اس را سمجھو جس را کسے ناں یوہ کہنْوں وہے جے اُٹھ! نہ بیس؛ اس ماں اٹھن غو حکم ہے تے بیسن تیں ٹھا کیو جا رہیو ہے اس را ''اُٹھ'' ور ٹھہرنوں ضروری ہے ورنہ مطلب ہو جیئے غو اُٹھ نہ! بیس! جسماں بیسن غو حکم ہو جیئے غو تے اُٹھن تیں ٹھا کن غو مطلب نکل آوے غو۔

ط یاہ وقف مطلق غی نشانی ہے اس ور ٹھہرنوں چاہیئے ور یاہ نشانی اُت وہے جت مطلب بالکل پورو نیہنہ ہو تو تے گل کرن آنو کجھ ہور گل کرنی چاہتو وہے

ج یاہ وقف جائز غی نشانی ہے تے ات ٹھہرنوں سرس تے نہ ٹھہرنوں جائز ہے۔

ز یاہ وقف مجوز غی نشانی ہے ات نہ رکنوں سرس ہے۔

ص یاہ وقف مرخص غی نشانی ہے ات ملا نغے پڑھنوں چاہیئے ور جیکدے کوئے تھک نغے ٹھہر جیئے تاں اس غی وی اجازت ہے لیکن ص ور ز غا مقابلہ ماں ملا نغے پڑھنوں زیادہ افضلیت رکھے۔

صلے یوہ الوصل اولیٰ غو مختصر ہے ات جوڑ نغے پڑھنوں بہتر ہے۔

ق یوہ قِیلَ عَلَیہِ الوَقفُ غو مختصر ہے ات ٹھہرنوں نیہنہ چاہیئے۔

صل یاہ قَدْ یُوصَلُ غی نشانی ہے یعنی کدے ٹھہر یو جیئے کدے نیہنہ ور ٹھہرنوں سرس ہے۔

قف اس غو مطلب ہے ٹھہر جاؤ! تے یاہ نشانی اُت لکھی جیئے جت پڑھن آلا ناں جوڑ نغے پڑھنوں بہتر لگے۔

س یا سکتۃ یاہ سکتہ غی نشانی ہے ات ذری اڑکنوں چاہیئے ور ساہ نیہنہ ٹٹنوں لوڑیئے۔

وقفہ یاہ لماں سکتہ غی نشانی ہے اس ور سکتہ غا مقابلہ ماں زیادہ ٹھہرنوں لوڑیئے، ور ساہ نہ ٹٹے؛ بس سکتہ تے وقفہ ماں اتنوں ہی فرق ہے کہ سکتہ ماں گہٹ تے وقفہ ماں زیاہ ٹھہرنوں وہے۔

ؒلا لا غو مطلب ہے نیہنہ یاہ نشانی کدے آیت نغے اپر تے کدے عبارت نغے اندر لکھی جیئے؛ جے عبارت ور وہے تاں بالکل نیہنہ ٹھہرنوں چاہیئے، آیت ور وہے تاں اس ماں اختلاف ہے کجھ عالماں نغے نزدیک ٹھہرنوں چاہیئے کجھ نغے نزدیک نیہنہ ٹھہرنوں چاہیئے، ور ٹھہرن یا نہ ٹھہرن نالْ مطلب ماں کجھ فرق نیہنہ آ تو ٹھہرنوں اتے ہی نیہنہ چاہیئے جت آیت نغے بشکار لکھیو ووہے۔

ک کذٰلِکَ غی نشانی ہے یعنی جس بکھی اشارو پہلاں ہے وہ ہی ات سمجھو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی من لا نبیّ بعد و علی اٰلہ و صحبہ اجمعین.

اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر کس زبان سے ادا کروں! گوجری ترجمہ وتفسیر **فیض المنان** کی طباعت سے پہلے کتنے میرے مخلص دوست بڑے اخلاص سے فرماتے تھے مفتی صاحب! آپ اتنی محنت اور لگن سے یہ شاہکار تیار کررہے ہیں مگر اس سے فائدہ کون اُٹھائے گا! پڑھے گا کون! اور تو اور اصل مترجم اور میرے مشفق استاذ حضرت مولانا عابد حسین رحمانی قاسمی زید مجدہ بھی حیرت اور استعجاب سے فرماتے تھے۔ یار! کوئی پڑھے گا بھی!!؟ کوئی مستفید بھی ہوگا!

الحمد واللہ مالک الملک نے دلوں میں ایسی قبولیت عطا فرمائی ۲۰۰۴ء کے آخر میں اللہ نے زیورِ طبع سے راستہ فرمایا اور ۲۰۰۵ء میں تمام نسخے غائب تھے۔ صرف میرے ذاتی مطالعہ والا نسخہ چھپا چھپا کر تصحیح کی غرض سے باقی رکھا گیا۔ اگرچہ میرے کچھ دوست اس پر بھی کہیں بار جھپٹے خاص طور سے پڑوس سے نے والے اپنے عزیز واقارب کو بطور تحفہ پیش کرنے کیلئے۔ لیکن طبع ثانی کی امیدیں دلا دلا کر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے محفوظ رکھنے میں کامیابی عطا فرمائی۔

ذالک فضل اللہ بوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ! لیکن طبع ثانی کے حالات بن بن کے بگڑتے رہے۔ اور میں بھی زوردار مطالبہ کرنے والوں کو آج کل! کی امیدیں دلاتا رہا یہاں تک کہ پانچ سال بیت گئے۔

آج الحمد تفسیر **فیض المنان** مکمل تصحیح اور کچھ حذف واضافہ کے ساتھ دوسری بار چھپنے کیلئے پریس میں جارہی ہے۔ پروردگار سے بس یہی دعا ہے کہ جس طرح اس نے بندوں میں اس کو قبولیت عطا فرمائی ہے۔ ہمارا مالک اس کو محض اپنے لئے اپنی بارگاہِ عالیہ میں قبول فرما کر اس میں شاملِ حضرات کی بخشش کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

طبعِ اول میں علماء کرام اور دانش ور حضرات کی آراء تقریظات بہت زیادہ تھیں کچھ دوسرے حضرات نے طباعت کے بعد بطور تبصرہ اپنی آراء سے نوازا تھا اس طرح یہ تحریرات بہت زیادہ ہوگئیں تھیں جسکے لئے مشورہ سے یہ طے کیا گیا ہے کہ ان تمام تقریظات وآراء کو تفسیر پر بوجھ بنانے کے بجائے الگ سے کتابچہ کی شکل میں چھاپا جائے اس کے لئے درخواست ہے کہ جو حضرات مزید اپنے نیک مشوروں وآراء سے ممنون ومشکور فرمانا چاہیں وہ جلی حرفوں میں لکھکر جلدی اپنی تحریر راقم تک پہونچائیں تاکہ شاملِ کتابچہ ہوسکیں۔

گوجری رسم الخط جو اس تفسیر میں اختیار کیا گیا اس پر الحمد للہ اطمینانِ قلب ہوگیا ہے۔ البتہ حرف اضافت میں ''غ'' کی جگہ ''گ'' لکھکر اس پر معکوس آواز کیلئے ''v'' بنانے کی رائے بہت زیادہ آئی اور راقم الحروف کو بھی لگا شاید یہی انداز بہتر رہے۔ تاہم مکمل تفسیر وترجمہ میں یہ تبدیلی آسان نہیں تھی۔ اس لئے فی الحال اس کو التوا میں رکھا جارہا ہے۔ انشاءاللہ دوسری بار طباعت کے موقع پر اس کمی کو ضرور پورا کردیا جائیگا۔

و صل اللہ علی النبی الامی و علی آلہ و صبحہ اجمعین .